

ہی قطعی الحرمت ہے جیسی خود اللہ کی حرام کی ہوئی“

اسی بات کو دوسری جگہ یوں فرمایا :-

”اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء کو اٹھائے گا اور ان کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہ جائے گا اس وقت لوگ جاہلوں کو امام بنا کر ان کی طرف رجوع کرنے لگیں گے، ان سے مسئلہ پوچھا جائے گا اور وہ بغیر کسی علم و بصیرت کے فتویٰ دیں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے جہنم میں ڈال دیں گے“

(۲) دوسرا سبب ایسی اغراض فاسدہ ہیں جو من گھڑت تاویلات پر آمادہ کرتی ہیں مثلاً نفس پرست اور اولوک کی طلب رضا جس کی وجہ سے انسان اُن کی ہوا پرستیوں کے لئے کلام الہی کی غلط تاویلیں کر کے سند جواز ہیا کرتا ہے۔ آیت ذیل ایسے ہی ایمان فروشوں کو مخی طرب کرتی ہے :-

”جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے عوض تھوڑا سا معاوضہ حاصل کرتے ہیں، وہ اور تو کچھ نہیں مگر اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں“ (بقرہ - رکوع ۲۱)

(۳) تہاؤن کا تیسرا منہج منکرات اور فاحشات کا امت میں پھیل جانا اور علماء کا ان پر خاموشی اختیار کر لینا ہے۔ اسی حالت کے متعلق قرآن کہتا ہے :-

”تم سے پہلے گزرنے والی اقوام میں ایسے ارباب خیر کو یہ نہ ہوئے جو لوگوں کو ارض الہی میں فساد برپا کرنے سے روکتے۔ (ہاں ایسے لوگ تھے تو سہی، مگر بہت کم تھے جنہیں ہم نے عذاب بجالایا۔ رہے ظالم و نافرمان لوگ تو وہ اسی لذت دینوی میں سرشار رہے جو انہیں دی گئی تھی اور یہ لوگ کچھ تھے ہی بدکردار“ (ہود - رکوع ۱۰)

بنی اسرائیل کی معصیت پرستی پر تبصرہ کرتے ہوئے آنحضرت صلعہم فرماتے ہیں :-

”ان کے علماء نے انہیں برائیوں سے روکا لیکن وہ نہ رکے۔ پھر علماء ان سے قطع تعلق کرنے کے بجائے ان کی مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے مار دیا (یعنی سب کو مصیبت کی سیاہی میں رنگ دیا، اور دُاؤ و عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے ان پر لعنت کی، کیونکہ وہ خدا کی نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔“

تعمق | تحریف کا دوسرا سبب تعمق ہے یعنی خواہ مخواہ بال کی کھاں نکالنا اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب شارع کسی چیز کا حکم دے یا کسی کام سے روکے تو اس کے حکم کو سن کر کوئی شخص اپنے ذہن کے مطابق خود ایک معنی متعین کرے پھر وہی حکم اپنی طرف سے کسی ایسی دوسری چیز پر عائد کر دے جو بعض وجوہ سے پہلی شے کے مشابہ ہو، یا دونوں میں کسی پہلو سے اس کو اشتراک علت نظر آئے۔ یا ایک شے کے حکم کو اس کے تمام اشکال اور منطقات اور اجزاء پر علحدہ علحدہ جاری کر دے۔ یا جب کبھی روایات کے تعارض کی وجہ سے اصل حکم اور اس کے صحیح محل وقوع کی تمیز نہ کر سکے تو تمام صورتوں میں سے سخت ترین صورت کو اختیار کر کے اُسے واجب سمجھ لے۔ یا رسول اللہ صلیم کے ہر فعل کو عبادت پر محمول کرے (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے بہت سے افعال محض عادیہ کے طور پر کئے ہیں، عبادت سے ان کا کوئی تعلق نہیں) اور یہ خیال کر کے کہ یہ تمام امور شریعت کی حیثیت رکھتے ہیں اور امر و نہی کے ذیل میں آتے ہیں، حکم لگا دے کہ خدا نے ان کاموں سے روکا ہے اور ان کاموں کا حکم دیا ہے۔ یہ تمام صورتیں تعمق فی الدین کی ہیں۔ مثال کے طور پر روزہ کے احکام کو لے لو۔ شارع نے جب نفس حیوانی کو مغلوب کرنے کے لئے روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس میں مباشرت سے منع فرمایا تو بعض لوگوں نے سمجھا کہ سحری کھانا بھی خلاف شرع ہے کیونکہ اس سے روزہ کا مقصد (یعنی نفس کشی) فوت ہو جاتا ہے۔ نیز روزہ دار کے لئے بیوی کا بوسہ لینا بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ بھی مباشرت کا داعیہ ہے، بلکہ قضائے شہوت میں ایک طرح مباشرت کے مشابہ ہے۔ رسول اللہ صلیم کو جب ان خیالات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ان کی غلطیوں کو واضح

کر کے فرمایا کہ اس قسم کا قیاس تحریفِ دین ہے۔

تشدد | تحریف و بدعت کا تیسرا دروازہ تشدد ہے، یعنی ایسی سخت اور شاق عبادتوں کا اختیار کرنا جن کا شارع نے حکم نہیں دیا۔ مثلاً مسلسل روزے رکھنا، ہر وقت نماز و مراقبہ میں مصروف رہنا، تہجد اختیار کرنا سنن و آداب کا واجب اور فرض کی طرح التزام و اہتمام کرنا وغیرہ۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عمر اور عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہما ایسی ہی سخت ریاضتوں کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر کے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی شخص دین کے ساتھ سختی برتے گا اور اپنے نفس کو ناقابل برداشت عبادتوں میں مبتلا کرے گا، تو وہ دین کی پیروی سے عاجز ہو جائے گا۔

اس تعمق یا تشدد کو اختیار کرنے والا جب کسی گروہ کا امام اور معلم بن جاتا ہے تو اس کے مقلد یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سارا موزجہیں ان کا امام بطور عبادت کے سرانجام دے رہا ہے، شرعی احکام ہیں۔ اس طرح یہ تمام چیزیں جزو دین خیال کی جانے لگتی ہیں۔ یہود اور عیسائی راہبوں کی یہی وہ خطرناک روش تھی جس نے دین کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

استحسان | تیسرا سبب استحسان ہے یعنی جاہلانہ قیاس آرائی۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص شارع کے طریق تشریع پر نگاہ ڈال کر دیکھتا ہے کہ وہ ہر مصلحت اور حکمت کے لئے ایک مناسب منطقتہ مقرر کرتا اور ہر ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک موزوں قالب معین کرتا ہے لیکن چونکہ یہ شخص نگاہ نبوت کی حقیقت شناسی اور وسعتِ قدرتا محروم ہوتا ہے اور اسرا و تشریع کے تمام پہلوؤں کو نہیں دیکھ سکتا، اس لئے وہ ایک آدمی مصلحت کو اچک کر اپنی فہم کے مطابق شریعت کی دفعات بنانے لگتا ہے۔ یہود کی مثال تھا اسے سامنے ہے۔ انھوں نے خیال کیا کہ شارع نے معاصی سے روکنے کے لئے حدود کا حکم محض اس لئے دیا ہے کہ دنیا میں قائم ہو اور معاملات درست رہیں۔ پھر انہیں یہ نظر آیا کہ زانی کے لئے جو سزائے رجم شارع نے مقرر کر رکھی ہے اس سے آج کل اختلاف اور جدال و قتال پیدا ہوتا ہے، جو بدترین فساد ہے۔ یہ سوچ کر انھوں نے

زحم کی سزا کو مجرم کا منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کی سزا سے بدل دینا بہتر سمجھا، اور ایسا کیا بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو تحریف اور ترک احکام الہی قرار دیا۔

ابن سیرین سے روایت ہے کہ :-

”سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔ چاند اور سورج کی پرستش محض قیاس نے کرائی“

امام حسنؑ نے آیت خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَ مِنْ طِينٍ پڑھ کر فرمایا ”یہاں ابلیس نے قیاس کیا تھا

اور وہ سب سے پہلا قیاس کرنے والا ہے“

امام شعبیؒ سے منقول ہے کہ :-

”قسم خدا کی اگر تم نے قیاس سے کام لیا تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر کے رہو گے“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :-

”دین چیزیں قصرا سلام کو ڈھادیں گی، ایک عالم کی نفرت، دوسری منافق کا قرآن ہٹا

تیسری گمراہ ائمہ کے احکام“

یہ تمام باتیں اس قیاس کے متعلق ہیں جس کا سررشتہ کتاب و سنت سے نہ ہو، بلکہ محض وہی عقلی ہو

اتباع اجماع | فتنہ تحریف کا جو تھا ذریعہ اتباع اجماع ہے۔ اجماع سے مراد یہ ہے کہ جاہلین شریعت کا

ایک گروہ، جس کی اصابت رائے پر عام لوگوں کو اعتقاد ہو، کسی چیز پر اتفاق کر لے اور لوگ سمجھیں کہ مجرب اتفاق

ہی حجت شرعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس قسم کا اتباع اجماع اس وقت تحریف دین کے مترادف ہو جاتا ہے جب

اس اجماع کی اصل کتاب و سنت میں موجود نہ ہو۔ اور یہ وہ اجماع نہیں ہے جس کے حجت ہونے پر امت کا اتفاق

ہے۔ کیونکہ امت کا اتفاق تو اسی اجماع کے اتباع پر ہے جس کی سند کتاب و سنت میں موجود ہو یا جو کتاب و سنت

مستنبط ہو۔ وہاں وہ اجماع جس کی اصل نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں، سو اس کو کسی نے بھی حجت نہیں مانا۔ بلکہ اس کے

اتباع کی مذمت میں تو قرآن کہتا ہے کہ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْكُتُوا مَعَآ أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَنْسِجُ مَا الْفَيْنَا

علیکہ اَبَآءُکُمْ۔ جب ان سے کہا گیا کہ ایمان لاؤ اس چیز پر جو خدا نے اتاری ہے تو انھوں نے کہہ دیا کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار میں یہود نے جو دلیل پیش کی تھی وہ اسی اتباع اجماع پر مبنی تھی۔ ان کے اسلاف نے بزمِ خود ان انبیائے صادقین کے حالات کا تفحص کیا اور انہیں نبوت کے معیار پر نہ پایا، لہذا ان کا انکار ہمیشہ کے لئے ایک برہان قاطع بن گیا۔ نصاریٰ کے اندر بھی اسی اتباع اجماع نے بے شمار گمراہیاں پیدا کر رکھی ہیں۔ ان میں توراۃ و انجیل کے خلاف اور ان کے احکام سے زائد صد ہا باتیں شریعت کی حیثیت سے موجود ہیں، جن کے بارے میں ان کے پاس ”اجماع سلف“ کے سوا اور کوئی دلیل نہیں۔

تقلید | پانچواں سرچشمہ جہاں سے تحریف دین کا سیلاب پھوٹتا ہے کسی غیر معصوم (غیر نبی) انسان کی کوارتہ تقلید ہے۔ عیسیٰ کوئی عالم دین کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے اور اس کے مقلدین بغیر دلیل و حجت محض حسن ظن کی بنا پر یہ خیال کر لیں کہ امام کا اجتہاد قطعاً یا غالباً صحیح ہے، پھر اس خیال کے ماتحت کسی صحیح حدیث کو اس کے اجتہاد سے رو کر دیں۔ یہ تقلید وہ تقلید نہیں ہے جس کے جواز پر امت مرحومہ کا اتفاق ہے۔ امت نے مجتہدین کی تقلید کے جواز پر جو اتفاق کیا ہے وہ چند قیود کے ساتھ ہے۔ اولاً آدمی کو یہ علم و اعتقاد رکھنا چاہئے کہ مجتہد معصوم نہیں ہے، اس کا اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی۔ ثانیاً اسے ہمہ وقت ارشادِ نبوی کی تلاش میں اس غم کے ساتھ لگا رہنا چاہئے کہ جب کبھی کوئی صحیح حدیث اجتہاد امام کے خلاف مل جائے گی تو وہ امام کی تقلید اس مسئلہ میں ترک کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ اَتَتَّخِذُوا اَحِبَّاءَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ کے متعلق فرمایا کہ یہود اپنے علماء و مشائخ کی پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ کرتے یہ تھے کہ جس چیز کو یہ لوگ حلال کہہ دیتے اسے وہ بغیر کسی حجت شرعی کو حلال سمجھ لیتے تھے اور جسے یہ حرام کہہ دیتے اسے حرام سمجھ لیتے تھے۔

خلط مذاہب | دین کے اندر رفتہ رفتہ تحریف کے گھسنے کا چھٹا راستہ مختلف مذاہب اور شرائع کا باہم اس

طرح خلط ملط کر دینا ہے کہ ایک دوسرے سے متمیز نہ ہو سکے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی پہلے کسی اور مذہب کا پیرو رہتا ہے اور اس کے دل و دماغ پر اپنی سابق مذہبی سوسائٹی کے علوم و نظریات پوری طرح حاوی ہوتے ہیں۔ پھر وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے لیکن قلب میں اُن پرانی نعوش کا اثر باقی رہتا ہے، انجام کار یہاں بھی وہ ان علوم و نظریات کی توقیر و قبولیت چاہتا ہے خواہ وہ کچھ خود کیسے ہی بے جان اور بے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ بے اوقات وہ اس کے لئے روایتیں گھڑنے پر تر آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے ہوئے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل برابر راہِ اعتدال پر قائم رہے یہاں تک کہ ان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو خالص اسرائیلی نہ تھے (باپ اسرائیلی تھا اور ماں دوسری قوم سے) یعنی لونڈی زادے تھے۔ ان لوگوں نے دین میں رائے کو دخل دیا نتیجہ یہ ہوا کہ خود گمراہ ہوئے اور وہی کو بھی گمراہ کر دیا۔ چنانچہ خود ہمارے دین میں بھی آج بے شمار علوم اسی نوع کے دخل ہو چکے ہیں مثلاً اسرائیلی علوم، خطباء جاہلیت کے اقوال، یونان کا فلسفہ، ایران کی تاریخ، علم نجوم، رمل اور علم کلام وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب توراۃ پڑھی گئی تو آپ بہت خفا ہوئے، اس خفگی میں یہی راز تھا۔ نیز کتاب دانیال کے طالب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے سزا دی تھی۔

(ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ)

دلائل سنی والآثار

از

جناب مولانا نجم الدین حسنا صیلا جی

(۱)

جس طرح آج کل موجودہ ساسی کشمکش مسلمانوں کے لئے انتہائی صبر آزما اور فتنے کا باعث ہے اسی طرح اہل علم اور مسلمانوں کے لئے دو اور فتنے سخت ہیں۔ ایک تکفیر و فسق۔ دوسرا انکار حجیت حدیث۔ اول الذکر کے متعلق ایک مضمون بعنوان کفر و ایمان رسالہ ترجمان القرآن ماہ سوال ۱۳۵۵ء میں احتیاط و ذمہ داری سے شائع ہو چکا ہے جس میں اہل علم کی تحقیقات جو تمام ترک کتاب و سنت سے ناخوہ ہیں پیش کر دی گئی ہیں۔ اب موخر الذکر پر اصولی حیثیت سے گفتگو کی جاتی ہے۔ شاید میری یہ کاوش خدا کے نزدیک شرف قبول حاصل کرے اور لوگوں کے لئے مفید ثابت ہو وَمَا تَوْفِیْقِیَ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ طالب حقیقت کے لئے ہر قدم پر دو شکلیں پیش آتی ہیں۔ ایک طرف تو یہ کہ وہ کسی مسئلہ کو محض اسلئے کہ فلاں شخص نے کہا ہے صحیح نہیں مانتا بلکہ بڑے سے بڑے عالم کی رائے کا غلط ہونا ممکن سمجھتا ہے دوسری طرف ائمہ کی رایوں کو بغیر کامل غور کے غلط سمجھنا خود نہایت خطرناک ہے جس مسئلہ میں کسی امام غلطی کی ہے اس میں طالب حقیقت بھی ممکن ہے کہ غلطی کر جائے اور سب سے بڑی غلطی یہ ہوگی کہ صحیح رائے موجود ہونے کے ساتھ اس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی میں پڑے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ چراغ ہوتے ہوئے آدمی اپنی غفلت سے ٹھوکر کھائے۔ حضرت امام غزالی کا یہ قول کس قدر ٹھیک اور نصیحت بخش ہے کہ جس نے شک نہیں کیا وہ تحقیق

نہیں کرے گا اور جو تحقیق نہیں کرے گا وہ ہمیشہ اندھا رہے گا۔ اسی اندھے پن کے دور ہونے کا نام بصیرت یقین، ایمان، ایتقان، کشف غطاء، اطمینان قلب اور تلخ صدر و علم و معرفت ہے۔ بلاشبہ شک کی تہ میں دو چیز ہیں جو تحقیق کی بنیاد ہیں، جہل اور اس کی ناگواری۔ جب انسان اپنے تقلیدی علم کی بے حقیقتی کو سمجھتا ہے تو وہ علم اس کو جہل معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے علم کو علم نہیں سمجھتا، اور جب اس پر یہ حالت پوری طرح طاری ہو جاتی ہے تو طبیعت فطرتاً علم کی خواہش مند ہوتی ہے۔ پس طالب حقیقت کو ایک طرف آزادی اور دوسری طرف وقعت رائے سلف کا خیال رکھ کر قدم رکھنا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں پہلو مخالف یکدیگر ہیں لہذا اگر ایک طرف اس نے زیادتی کی تو دوسری طرف کمی کر دے گا یہی خیال کا اثر تھا اس شخص نے جس نے یہ کہا ہے کہ

مراد خضر عناں گیر باید از چپ و راست کہ کج روی نہ کنم ورنہ غم راہ خطاست

پس کسی حکیم و امام کی ایسی رائے کے متعلق جو بادی النظر میں غلط معلوم ہوتی ہو زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے اور سخت احتیاط درکار ہے۔ بالخصوص ایسے مسائل میں جو معرکہ الآراء ہے ہیں ورنہ طالب حق سلف سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اور آزادی اس کو اس سے زیادہ سطحی بنا دے گی جتنا تقلید سے ڈر ہے ممکن ہے کہ اس آزادی اور حریت بلکہ نام نہاد تحقیق کے زمانہ میں کسی کو وقعت رائے سلف کے جملہ سے اختلاف ہو سو اس کو قرآن حکیم میں سورہ حشر کی دسویں آیت وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ الخ پر غور کرنا چاہئے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے وہ سابقین کے لئے دعا و مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں عداوت اور بغض نہیں رکھتے بلکہ ظنوا المؤمنین خیراً پر عمل کرتے ہوئے ہیں۔

لیکن آج یہ عالم ہے کہ بلا سوچے سمجھے سب پہلے سلف کی خدمات اور ان کی جدوجہد اور ناقابل انکار